بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ

(فقہ و شریعت کے تناظر میں)

Fundamental Human Rights in Islamic Perspective

Pro.Dr. M. Yousaf Farooqi*

Abstract

This article explores the Question of whether Islamic Law and Universal Human Rights are compatible. Quran has very thoroughly and clearly mentioned the status of human being in various verses. Human Rights are of two types, first kind is related to those rights which are available to all mankind without any hindrance, for example, availability of oxygen. Second type of rights are acknowledged belongs to the society These rights established norms in the society. In this research study focused has been made on fundamental human rights which cannot be achieved without assuring obligations and duties in the light of Islamic Fiqh and Shariah.

Keywords: Fundamental Rights, Fiqh, Sharīʿah

انسانی حقوق کا صحیح ادراک تو اس وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب ہمیں اس بات کا علم ہو کہ اس کائنات میں انسان کا منصب و مقام کیا ہے۔اس لیے کہ حقوق کا تعین منصب و مقام کے تعین پر موقوف ہوتا ہے۔انسان کے منصب و مقام کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل آیات کا مطالعہ ضروری ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهمْ مِّنَ الطيبَاتِ وَفَضَّلْنَاهمْ عَلٰى كَثيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[1]

ہم نے انسان کو عزت بخشی اور اسے سمندر و خشکی میں سواریاں دیں اور پاکیزہ چیزوں سے اسے رزق عطا کیا، اور اپنی پیدا کردہ بہت سی چیزوں پر ہم نے اسے فضیلت و برتری عطا کی ہے۔اس آیت مبارکہ میں انسانی فضیلت و برتری کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ نے انسان کو قابل احترام بنایا ہے۔

---

* Ex. Director General Shariah Academy International Islamic University, Islamabad

1. بنی اسرائیل ۱۷: ۷۰

(ب) کائنات کی دیگر مخلوقات پر اسے تسلط عطا کیا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات واضح طور پر بتاتی ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کر دی ہے۔

(ج) بحر و بر میں سفر کے لیے سواریاں عطا کیں۔

(د) کھانے پینے کے لیے بے شمار نعمتیں عطا کیں، متنوع کھانوں، پھلوں اور غذاؤں کی بے شمار اقسام ہیں جو پاکیزہ و حلال ہیں، انسان ان غذاؤں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ رنگ برنگے خوبصورت لباس زیب تن کرنے کے لیے عنایت کیے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں صرف انسان ہی ہے جو قسم قسم کے لباس سے ستر پوشی بھی کرتا ہے، موسموں کے اثرات سے بھی بچتا ہے اور اپنے ذوق و جمال کی تسکین بھی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار دیگر مخلوقات پر انسان کو فضیلت عطا فرمائی۔ اس نے انسان کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ وہ اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھے اور برے میں امتیاز کی صلاحیت عطا کی۔ یہ خصوصیات کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں۔

دوسری آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافت کا منصب عطا فرمایا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلائكة إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً [2]

اور یاد کیجیے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

منصب خلافت ایک بہت اہم اور قابل احترام اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا۔

کلام الٰہی کی ایک آیت مبارکہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کو براہ راست علم عطا کیے جانے کا ذکر ہے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا [3]

اور آدم کو تمام اشیا کے نام سکھا دیے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہ صرف یہ کہ حصول علم کی صلاحیت عطا فرمائی بلکہ اس میں اپنی روح بھی پھونکی تاکہ وہ عظیم امانت کا حامل بن سکے۔ سورۂ بقرہ کی اس آیت میں بھی غور کیجیے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت اہم مخلوق ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ انسان کے سامنے جھک جائے:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ [4]

اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کے سامنے جھک جائیں تو ابلیس کے سوا سب جھک گئے۔

---

2. البقرہ ۲: ۳۰

3. البقرہ ۲: ۳۱

4. البقرہ ۲: ۳۴

ایک آیت مبارکہ میں انسان کو عظیم امانت کا حامل قرار دیا گیا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ[5]

یقیناً ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر اس امانت کو انسان نے اٹھالیا۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا[6]

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم دنیا بھر کے لوگوں پر (حق کی) گواہی دیتے رہو۔

سورۂ بقرہ کی آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کو امت وسط کہا گیا ہے اور اس پر شہادت حق کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ یہ چند آیات ہم نے ذکر کی ہیں، ان کی روشنی میں کائنات میں انسان کے مقام اور اس کے منصب کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ انسانی عظمت اور اعزاز و شرف کے لیے ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ بنایا، پھر خلافت کے فرائض انجام دینے کے لیے اسے نہ صرف علم و حکمت، عقل و دانش سے نوازا بلکہ اس میں اپنی روح بھی پھونکی تاکہ وہ تمام فضائل اخلاق اور اعلیٰ باطنی اوصاف کو اپنے اندر اجاگر کر سکے، فطرت نے پیدائشی طور پر انسان میں جو خیر کی قوت و صلاحیت رکھی ہے، اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ تربیت و تعلیم کے ذریعے اسے مزید جلا بخشتا رہے اور قوی سے قوی تر کرتا رہے، تاکہ وہ معاشرے میں موجود شر کی قوتوں کا پوری ثابت قدمی اور عزم و یقین کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات پر بڑی سے بڑی اور طاقت ور سے طاقت ور مخلوق کو انسان کے سامنے مسخر کر دیا، کہیں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، کہیں دریا کہیں بڑے بڑے آبشار اور گلیشیر ہیں اور کہیں زرخیز زمینیں ہیں، ان سے قسم قسم کا رزق اور طرح طرح کی غذائیں ملتی ہیں، صحت افزا پانی میسر آتا ہے جس پر حیات انسانی کا دار و مدار ہے، اپنا مال و متاع، سامان تجارت وغیرہ ادھر سے ادھر منتقل کرنے کے لیے کبھی فضاؤں میں اور کبھی سمندروں میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں دوڑاتا پھرتا ہے۔ یہ چاند، سورج، یہ گردشِ لیل و نہار، یہ بلند و بالا پہاڑ، یہ وادیاں، یہ گھاٹیاں، یہ زمین جس کی گود ہر قسم کی معدنیات، تیل اور گیس جیسی قوتوں سے بھری ہوئی ہے، یہ سب کچھ انسانوں کے لیے مسخر ہے، وہ اپنے علم و محنت کے مطابق ان کو دریافت کرتا ہے اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے، خلافت و امانت کا شعور و ادراک انسان کے اندر تسخیر کائنات اور زمین و آسمان میں چھپی ہوئی قوتوں اور خزانوں کے بارے میں امانت کے احساس کو اجاگر کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو مالک و حاکم تصور نہیں کرتا بلکہ محض امین جانتا ہے، جب تک وہ امین بن کر رہے گا، ان قوتوں کا مثبت، تعمیری اور تخلیقی استعمال ہوتا رہے گا۔ اس طرح کائنات کی تسخیر انسانیت کے لیے نفع منداور مفید بن جائے گی۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کائنات میں پھیلی ہوئی ان قوتوں کا تخریبی، منفی یا غلط استعمال ہوگا، جس کا نقصان انسانوں اور انسانیت کو پہنچے گا۔

---

5. الاحزاب ۳۳ :۷۲

6- البقرۃ ۲ :۱۴۳

انسانی حقوق دو قسم کے ہیں۔ایک وہ جو اللہ تعالی نے تکوینی طور پر سب کو عطا فرمائے ہیں مثلاً آکسیجن، جو ہر شخص کی بنیادی ضرورت ہے۔اللہ تعالی کی جانب سے یہ انتظام کر دیا گیا ہے کہ آکسیجن ہر وقت ہر شخص کو بغیر کسی رکاوٹ کے ملتی رہے۔اسی طرح صاف و شفاف پانی کے لیے بارش، آبشار، گلیشیر، سمندر، دریا اور جھیلوں کو پیدا کیا تاکہ حیات آفریں شفاف پانی ہر شخص کو ملتا رہے۔ایسا عمل جس کی وجہ سے آب و ہوا متاثر یا جس سے فضا یا پانی آلودہ ہو یا خالص آکسیجن اور خالص پانی کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو شرعاً جائز نہیں ہو گا۔چنانچہ ماحول میں آلودگی پیدا کرنے والے تمام عوامل اور خالص ہوا اور پانی کی رسد میں رکاوٹوں کو دور کرنا اور اس بات کو یقینی بنانا کہ حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق صاف و شفاف پانی اور فضائی ماحول سب کو میسر رہے، معاشرہ اور مملکت دونوں کی ذمہ داری ہے۔

دوسرے وہ حقوق جو معاشرہ میں اجتماعیت کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں، ان کی پشت پر معاشرہ بھی موجود ہوتا ہے اور معاشرہ میں قائم تہذیب اور اقدار بھی انہیں تقویت پہنچاتے ہیں۔اخلاقی قوت کا دباؤ سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔اللہ تعالی نے خلق خدا کو اپنا کنبہ قرار دیا ہے جس کی خدمت عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

خالق الناس بخلق حسن[7]

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

اس مضمون میں ہماری بحث کا اصل محور تو حقوق انسانی ہے۔لیکن حقوق پر گفتگو فرائض کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔لہٰذا بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے ضمناً فرائض پر بھی بات ہو گی۔قرآن حکیم اور سیرت طیبہ کے عمیق مطالعہ سے دو باتوں کا علم ہوتا ہے۔پہلی بات یہ کہ حقوق و فرائض کا انسانی فکر اور رویہ سے گہرا تعلق ہے، اگر فکر صائب، مثبت اور تعمیری ہو، رویہ درست اور اعلی اخلاقی قدروں کے مطابق ڈھلا ہوا ہو، تو پھر نہ تو فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی حقوق کی پامالی کا کوئی خوف ہو سکتا ہے۔اس لیے قرآن و سنت میں اصلاحِ فکر اور اصلاحِ رویہ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔دوسرے یہ کہ قرآن حکیم کا تربیتی اسلوب یہ رہا ہے کہ وہ ادائیگی فرض کے شعور کو بیدار کرنے پر بھرپور توجہ دیتا ہے۔

مثلاً:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[8]

7-محمد بن عیسی الترمذی، السنن، باب ماجاء فی معاشرة الناس، (بیروت، داراحیاء التراث، العربی، ۱۹۸۷ء): ج۴ ص۳۵۵

8-النساء۴: ۵۸

مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کردو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[9]

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اپنے قریبی رشتے داروں پر خرچ کرو، فحاشی، منکرات اور سرکشی اور زیادتی کرنے سے تمہیں منع کرتا ہے۔ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ[10]

اے ایمان والو اپنے عہد وپیمان پورے کرو۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[11]

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ[12]

کسی انسان کا ناحق خون نہ بہاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خون تم پر حرام کیا ہے۔

زمین کاشت کرنے والے مالک زمین کو حکم دیا: "وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ"[13] اور کٹائی کے دن اللہ کا حق دے دیا کرو۔ اس آیت مبارکہ میں پیداوار پر جو زکاۃ لازم ہوتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اپنا حق قرار دیا ہے اور زمین کے مالک کاشت کرنے والے کو حکم دیا کہ عشر یا نصف عشر کٹائی والے دن غریب کو ادا کردو۔ اسی طرح اقارب اور رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں فرمایا:

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا[14]

اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو اور مسکین ومسافر کو ان کا حق دو اور فضول خرچی کرکے مال نہ اڑاؤ۔

ادائیگی فرض کا احساس ایک حدیث میں اس طرح دلایا گیا:

9- النحل ۱۶: ۹

10- المائدۃ ۵: ۱

11- النساء ۴: ۲۹

12- الفرقان ۲۵: ۶۸

13- الانعام ۶: ۱۴۱

14- الاسراء ۱۷: ۲۶

فاعط کل ذی حق حقه[15]

ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرو۔

قرآن کریم اسی طرح مختلف انداز بیان اختیار کر کے فرائض و ذمہ داریوں اور احکام کو بیان کرتا ہے، تاکہ لوگوں میں فرض شناسی کا احساس اچھی طرح رچ بس جائے۔ ادائیگی فرض کے شعور کو قرآن حکیم اس لیے بیدار کرنا چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسانی نفسیات پر مثبت اور تعمیری اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انسان جب اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں سوچتا ہے اور پھر انہیں پورا کرنے کے لیے اسباب و سائل کا جائزہ لیتا ہے، یہ بھی دیکھتا ہے کہ اس کے فرائض کا دائرہ کتنا وسیع ہے، کون کون لوگ اس دائرے میں آتے ہیں، تو فرض پورا کرنے کا جذبہ عزم و عمل کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس کے دل و دماغ میں یہ شعور بھی اجاگر ہو جاتا ہے کہ اگر فرض کی ادائیگی میں اس سے کوتاہی ہوئی تو اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ کون اور کتنے لوگ متاثر ہوں گے۔ اس سارے عمل اور غور و فکر کے نتیجے میں ایک طرف تو فرض کی ادائیگی کا احساس اجاگر ہو گا جس کی وجہ سے عمل کی رفتار تیز ہو جائے گی، دوسری طرف اس کے دل میں ان لوگوں کے لیے ہمدردی، رحم دلی اور تعلق کا احساس ابھرے گا جو لوگ اس کے فرائض کے دائرے میں آتے ہیں، جب ہر شخص اپنے فرائض ادا کرنے پر لگ جاتا ہے تو دوسروں کو اپنے حقوق خود بخود ملنے لگتے ہیں اور حقوق وصول کرنے والے حضرات کے دل و دماغ میں خوشگوار رد عمل پیدا ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں بھی محبت و احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ میں خوشگوار اور پر سکون ماحول پیدا ہوتا ہے ، رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ[16] اور يُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ[17] کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر ادائیگی فرض کے شعور کو نظر انداز کر کے مطالبہ حق کے احساس کو ابھارا جائے تو اس سے ایک قسم کی منفی نفسیات جنم لیتی ہے جس کے نتیجے میں معاشرہ میں نفرتیں اور تعصبات پیدا ہوتے ہیں، قرآن کریم نے اس لیے اس انداز اور اسلوب کو اختیار نہیں کیا۔

حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے فقہا نے مقاصدِ شریعت کے عنوان سے ایک خوبصورت پیرایہ اختیار کر کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ اس اسلوب میں زیادہ زور ادائیگی فرض پر ہے۔ مقاصد شریعہ کو فقہا نے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر قسم میں بلا واسطہ بہت سے حقوق شامل ہیں۔ یہ تینوں اقسام ہر قسم کے حقوق کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ کوئی چھوٹا یا بڑا حق ان دائروں سے باہر نہیں۔ مناسب ہو گا اگر یہاں اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ انسانوں کے حقوق اجتماعیت کے طفیل حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ذاتی مصلحتوں پر اجتماعی اور ملکی و ملی مصلحتوں کو فوقیت حاصل ہوتی ہے ۔ حدیث مبارک میں ہے :

15- محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ۔۔۔ ج ۲ ص ۲۴۳: طویل حدیث کا حصہ

16- الفتح ۴۸ :۲۹

17- الحشر ۵۹ :۹

يد الله على الجماعة[18] (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں جماعت پر نازل ہوتی ہیں۔)

پہلی قسم ضروریات کہلاتی ہے۔ یہ پانچ بنیادی حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔ یہ وہ حقوق ہیں جن پر انسانی زندگی اور حیات کا دارومدار ہے۔

تحفظِ دین

ان میں سب سے پہلا مقصد تحفظ دین (دین و ایمان) کا تحفظ ہے۔ دین در حقیقت عبد و معبود کے درمیان وہ تعلق ہے جس کی تفصیلات قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ دین کے تحفظ کے لیے دینی تعلیمات، مدارس و مساجد کا قیام، عبادات کا نظم، معاملات میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا امتیاز وغیرہ شامل ہیں۔ اس حق کے حصول یا اس فرض کی ادائیگی کے لیے قرآن حکیم، سنت مطہرہ اور کتب فقہ میں سینکڑوں احکام موجود ہیں۔

تحفظِ جان

حیات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے۔ اس کی حفاظت فرد اور معاشرہ دونوں کے لیے ضروری ہے۔ شرعاً ہر انسان کا خون معصوم و محفوظ ہے۔ ایک فرد کا ناحق خون بہانا پوری انسانیت کا خون بہانے کے مترادف ہے۔ اور ایک انسان کی جان بچانا، گویا پوری انسانیت کو زندگی عطا کرنا ہے۔

شریعت نے انسانی وجود کی حفاظت کے لیے دونوں پہلوؤں سے ہدایات دی ہیں۔ ایجابی ہدایات بھی شامل ہیں اور سلبی ہدایات بھی ہیں۔ ایجابی ہدایات میں شریعت نے بقاء حیات اور جسم و جان کے رشتہ کو برقرار رکھنے کے لیے کھانا، پینا، موسم کے لحاظ سے لباس اور رہائش وغیرہ کو ضروری قرار دیا۔ چنانچہ ایک طرف ہر فرد کے لیے ان بنیادی ضروریات کے لیے جد و جہد اور تلاشِ معاش کو لازمی قرار دیا، دوسری طرف معاشرہ میں نظم وضبط پیدا کرنے کے لیے اور بنیادی ضروریات کے حصول کو آسان بنانے کے لیے تجارت، خدمات، ملکیت اور انتقالِ ملکیت کے قواعد و ضوابط مقرر کیے۔ ان میں صرف وہ مقدار جو حیاتِ انسانی کے لیے ضروری ہے، مقاصد ضروریہ میں شامل ہے۔ اس سے زائد کا تعلق یا تو حاجیات سے ہو گا یا پھر تحسینیات سے، سلبی پہلو سے بھی حفاظت نفس کے لیے واضح احکام ہیں۔ مثلاً:

ا۔ **ناحق قتل حرام ہے:** وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ[19]

کسی انسان کو جس کے خون کی حرمت اللہ نے باقی رکھی ہے، ناحق قتل نہ کرو۔

18۔ محدثین نے جماعت کے ساتھ وابستگی سے متعلق بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔

دیکھیے: محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، كتاب الفتن، باب ماجاء في لزوم الجماعة، ج۴، ص۴۶۵۔۴۶۶

19۔ الانعام ۶: ۵۱

۲۔خودکشی کو حرام قرار دیا : وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ[20]

اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔

۳۔اپنے آپ کو اس قسم کے حالات میں ڈالنا جہاں ہلاکت وتباہی یقینی ہو۔

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ[21]

اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۴۔قتل نفس کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف قصاص کا حکم :

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى[22]

قصاص تم پر فرض کر دیا گیا۔

۵۔بغاوت اور بلوہ کرنے والوں کے خلاف سخت اقدام کا حکم دیا گیا ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ[23]

اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان مصالحت کرا دو۔ لیکن اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس سرکش کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

۶۔اسی طرح ڈکیتیاں کرنے والوں اور دہشت گردی پھیلانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کا حکم دیا گیا ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ[24]

یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بر سر پیکار ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے پر تلے ہوئے ہیں، ایسے لوگوں کو سزائے موت دی جائے یا پھانسی پر لٹکایا جائے یا مخالف جہت سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا جائے، یا پھر ملک یا علاقہ سے نکال دیا جائے، یہ سزا ان کے لیے دنیا میں باعث رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا۔

۷۔وبائی امراض اور زہریلی فضا سے بچاؤ: رسول اللہ ﷺ نے ایسی جگہ جانے سے منع فرمایا جہاں وبائی مرض پھیلا ہوا ہو۔ اور کوئی شخص مرض کے علاقہ میں پھنسا ہوا ہو تو وہاں سے نکل کر ایسی آبادی میں نہ جائے جہاں مرض کے جراثیم ابھی نہ

20-النساء۴ :۲۹

21-البقرۃ۲ :۱۹۵

22-البقرۃ۲ :۱۷۸

23-الحجرات۴۹ :۹

24-المائدہ۵ :۳۳

پھیلے ہوں۔[25] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وبائی مرض جس خطہ میں پھیل چکا ہو، وہاں کے لوگ وبائی امراض سے محفوظ آبادیوں میں نہ جائیں۔

۸۔ مہلک قسم کے امراض یا حادثات کی صورت میں جان بچانے کے لیے طبّی امداد مہیا کرنا بھی ضروریات میں شامل ہے۔ زندگی کو بچانے والی ادویات، ہسپتال اور اطباء وغیرہ کا وجود لازمی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک طویل روایت ہے جس کا پہلا حصہ یہ ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیا میں تکلیف کو دور کیا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی تکلیف کو دور کریں گے۔

زندگی کا حق دو فرائض کو ملتزم ہے، ایک اسباب معیشت کے حصول کے لیے جدوجہد کا حق، دوسرے وسائل معیشت کی فراوانی اور لوگوں کو وسائل تک رسائی کا حق، یہ معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ وسائل کی فراوانی اور ان تک لوگوں کی رسائی کو یقینی بنائے۔

عقل وذہانت اور فکری صلاحیتوں کی حفاظت

عقل وذہانت اور غور وفکر کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، یہ نعمت اس لیے عطا کی گئی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اسے ایک اعلیٰ مقصد اور اہم ذمہ داری ادا کرنے کے لیے عقل کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ خلافت کا فریضہ عقل وفراست کے بغیر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عقل ہی ہے جس کی بنیاد پر انسان شرعی ذمہ داریوں کے لیے مکلف ہوتا ہے، جماعت اور معاشرہ کی تمام تر قوت کا دار ومدار بھی ابنائے امت کی فکری اور عقلی صلاحیتوں پر موقوف ہے۔ یہ عقل ہی تو ہے جس کی بنیاد پر انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ لہذا اس کا تحفظ شریعت کے مقاصد میں شامل ہے۔

عقلی اور فکری صلاحیتوں کی حفاظت کے لیے بھی دونوں طریقے استعمال کیے جائیں گے۔ ایک ایجابی پہلو ہے کہ انسان عقل کو روشن ومنور کرنے اور فکری صلاحیتوں کو مہمیز لگانے کے لیے عقل کو علم سے آراستہ کرتا رہے۔ علم ہر انسان کا بنیادی حق ہے جسے شریعت نے فرض قرار دیا ہے۔ حصول علم فرض ہے، علم کے بغیر نہ دینی حقائق سے آگاہی ہو سکتی ہے نہ ہی دنیوی امور اور اس کی مصلحتوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر انسان کی عقلی اور فکری صلاحیتوں کا دار ومدار حواس پر ہے، لہذا حواس کی حفاظت بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح عقل کی حفاظت ضروری ہے۔

دوسرا پہلو سلبی ہے، وہ یہ ہے کہ شریعت نے ان تمام چیزوں کو جو عقل وحواس کو معطل کر دیں یا سخت نقصان پہنچائیں، حرام قرار دیا ہے، چنانچہ وہ تمام اشیا جن کے استعمال سے عقل مخبوط ہو جائے، یا نشہ کی کیفیت پیدا ہو جائے شرعاً ممنوع قرار دی گئی ہیں، اسی طرح جادو، نظر بندی، مسمریزم، کہانت، توہم پرستی وغیرہ سب ناجائز ہیں۔

25۔ مسلم بن حجاج قشیری، الصحیح، کتاب الاسلام، باب الطاعون والطیرة، (بیروت دار الفکر، س۔ن)، ج۷، ص۳۰۔

تحفظِ نسل

خاندان انسانی معاشرہ کی ایسی بنیادی اکائی ہے جو اگر صحت مند بنیادوں پر قائم ہو، مہذب اور تعلیم یافتہ ہو، تو معاشرہ تندرست اور توانا رہتا ہے، لیکن اگر اس اکائی میں فساد یا بگاڑ پیدا ہو جائے تو پھر سارا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ شریعت نے خاندان کی تنظیم اور حفاظت کی طرف خصوصیت توجہ دی ہے۔

خاندانی اکائی کے تحفظ کے لیے شریعت کا ایجابی حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازدواج کو مشروع قرار دیا ہے تاکہ ازدواجی نظم کے ذریعہ سلسلہ نسل شروع ہو سکے۔ پھر اولاد کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی حفاظت کا اہتمام بھی شروع ہو جاتا ہے۔ حمل قرار پانے سے لے کر بچہ کی پیدائش تک اور پھر پیدائش کے بعد اس کی دیکھ بھال، صحت و حفاظت، غذا و تربیت سے متعلق شریعت کے احکام کتب فقہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

سلبی پہلو یہ ہے کہ شریعت نے خاندانی نظم اور نسل انسانی میں واقع ہونے والے ہر قسم کے ضرر اور فساد کی روک تھام کے لیے احکام دیے ہیں، مثلاً زنا کی حرمت کا حکم کہ اس کی وجہ سے نسب تباہ ہو جاتا ہے اور اس کے منفی اثرات معاشرہ پر بھی پڑتے ہیں۔

تحفظِ مال

پانچواں بنیادی مقصد مال کی حفاظت ہے۔ قانون اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو کچھ انسان اپنی محنت اور جدوجہد سے کماتا ہے، اس پر تصرف کرنے کا قانونی حق کمانے والے کو حاصل ہے۔ یہ مال فرد کے قبضے میں ہو یا اداروں اور افراد کے قبضہ میں ہو یا پھر حکومتوں کی تحویل اور ان کے تصرف میں ہو، ان سب کا تحفظ شریعت کے مقاصد ضروریہ میں شامل ہے۔ مال کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اس کے بغیر پہلے بیان کردہ نفس، عقل اور نسل کی حفاظت بھی ممکن نہیں۔ مال کی حفاظت کے لیے بھی شریعت کے اقسام دونوں قسم کے ہیں۔ ایجابی بھی اور سلبی بھی۔ ایجابی حکم تو یہ ہے کہ شریعت ہر فرد کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق کسبِ حلال کا حکم دیتی ہے۔ تلاش معاش اور کسب حلال ضروری امور میں سے ہیں۔ حلال اور جائز طریقوں سے کمائے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کہا ہے، اس سلسلہ میں مختلف اعمال، خدمتوں اور لین دین وغیرہ سے متعلق تفصیلی احکام کتب فقہ میں تفصیل سے ملتے ہیں۔

تحفظ مال کے سلسلہ میں احکام شرعیہ کا سلبی پہلو یہ ہے کہ شریعت نے مال ضائع کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے، مال خواہ کسی کی ملکیت ہو اسے ضائع کرنا ناجائز ہے۔ شریعت نے اس پر حد، ضمان اور تعزیری سزائیں مقرر کی ہیں۔ یہ پانچ وہ ضروری مقاصد ہیں جن کے ذریعے شریعت بیک وقت بنیادی حقوق کی حفاظت بھی کرتی ہے اور بہت سے لوگوں کو ان کے فرائض کا احساس دلا کر ادائیگی فرض پر بھی آمادہ کرتی ہے۔

حاجیات

تحفظ حقوق کے سلسلہ میں مقاصد کا دوسرا مرحلہ حاجیات کا ہے۔ مقاصد ضروریہ میں ان حقوق کا براہ راست یا بالواسطہ تحفظ کیا گیا تھا جو انسانی وجود کے لیے ناگزیر ہیں، حاجیات ان حقوق کا تحفظ کرتا ہے جو انسانی حیات کے لیے ناگزیر تو نہیں ہیں لیکن ان کے بغیر زندگی میں مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ شریعت انسانوں کی زندگی سے ان تمام دشواریوں اور مشکلات کو دور کرنا چاہتی ہے جو زندگی اور معاشرہ کے ارتقاء میں یا معاملات کو طے کرنے میں رکاوٹ بن رہی ہوں۔

فقہاے اسلام نے مقاصد حاجیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض فقہی اصولوں کی بنیاد پر قانون سازی کی ہے۔اصول فقہ میں یہ دفع الحرج،دفع المشقۃ (یعنی حرج اور مشقت کو دور کرنا)اور جلب المصلحۃ(مصلحتوں کو اختیار کرنا) کے عنوان سے معروف و متداول ہیں۔[26]

تحفظ حقوق انسانی کے لیے قانون سازی کرتے ہوئے ان اصولوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ شریعت نے عبادات میں بھی ان اصولوں کا خیال رکھا ہے اور معاملات میں بھی۔ تخفیف یا رفع الحرج کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اسی طرح جلب المصلحۃ کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے، ان اصولوں کی وجہ سے حاجیات کا دائرہ زندگی کے سارے ہی شعبوں کو محیط ہو گیا ہے۔ مجتہد حضرات ہر دور اور ہر زمانہ میں ان اصولوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

تحسینیات

مقاصد کا تیسرا درجہ "تحسینیات" ہے، تحسین کا مفہوم حسن و جمال پیدا کرنا، کسی چیز میں نکھار اور خوبصورتی پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جمالیاتی ذوق بھی رکھا ہے۔ انسان اپنے اس ذوق کی تکمیل میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس اصول میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو زندگی کے معاملات اور طرز زندگی میں حسن و نکھار پیدا کرتی ہیں، ہر عمل اور ہر معاملہ میں اور زندگی کی ساری جدوجہد میں حصول کمال کی خواہش کو اس مقصد کے تحت منضبط کیا جا سکتا ہے۔ شریعت کے طے کردہ مباحات کی حدود میں رہتے ہوئے لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی میں نفاست اور حسن و جمال پیدا کریں۔ جس طرح عبادات میں کمال کو پہنچنے کی کوشش مطلوب و مستحسن ہے اسی طرح معاملات میں بھی حسن و لطافت اور آداب وغیرہ کا تعلق تحسینیات سے ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیات سے اس اصول کی تائید ہوتی ہے۔

مثلاً:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ[27]

26- تفصیلات کے لیے دیکھیے، عزالدین بن عبد السلام السلمی، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، (دارالکتب العلمیۃ، بیروت، س۔ن) ج:۱،ص:۱۔۵۰،ج: ۲،ص: ۲۔۲۴؛ابن قیم،اعلام الموقعین،(دارالفکر،بیروت،س۔ن۔) ج:۳،ص: ۱۴۔۱۵

فرماد یجیے کہ آخر کس نے حرام کیااس زیب وزینت کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیایاجو پاکیزہ رزق اس نے پیدا کیا۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ[28]

اور ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اسے زینت بخشی۔

مقاصد شریعہ کی روشنی میں حقوق کی بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت نے حقوق کے تعین میں بہت وسعت سے کام لیاہے، دوسرے یہ کہ حقوق مملکت اسلامیہ کے تمام لوگوں کے لیے ہیں، تیسرے یہ کہ یہ حقوق ایسے معاشرہ میں تسلیم کیے جاسکتے ہیں جو اپنی ساخت کے اعتبار سے فلاحی معاشرہ ہو۔ یہ ضروری ہے کہ معاشرہ کے لوگ علم کی دولت سے مالا مال ہوں، جہاں جہالت ہوگی وہاں حقوق کی پامالی کے واقعات بڑھ جائیں گے۔ یہ بنیادی نکتہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ تحفظِ حقوق کے لیے افراد معاشرہ کی فکری اصلاح کا اہتمام پوری طرح کرنااور لوگوں کے رویوں کی اصلاح پر مسلسل توجہ دینالازمی ہے۔ تعلیم ،اصلاح فکر اور اصلاح رویہ میں جب بھی کمزوری پیدا ہوگی، معاشرہ میں پراگندگی پھیلے گی، فرائض کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوگی اور حقوق کی پامالی ہر سو پھیل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے معاشرہ کی تشکیل میں مندرجہ بالا امور کو سختی کے ساتھ ملحوظ رکھا جس کے نتیجے میں لوگوں میں احساس ذمہ داری پیدا ہوا، ہر شخص دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے مستعد ہوگیا۔ یہ ادائیگی فرض کا شعور تھا جس نے حقوق انسانی کے تحفظ کو یقینی بنایا۔لن يصلح آخر هذه الامة الا بما صلح اولها[29] اس امت کے آخری دور کے لوگوں کی اصلاح بھی ان ہی اصولوں اور ان ہی تعلیمات کی بناپر ہوگی جن کی بنیاد پر پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی۔ لہذا تعلیم وتربیت اور اصلاح احوال کے لیے وہی منہج اختیار کرنا ہوگا جس کی تعلیم سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ہمیں ملتی ہے۔

27-الاعراف ۷ :۳۲

28-الحجرات ۱۵ :۱٦

[29]- امام مالک بن انسؒ کا قول ہے۔دیکھیے : عبد اللہ بن عبد الحمید الاثری:الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح ،(وزارة الشؤون الاسلامية والاوقاف والدعوة والارشاد،المملكة العربية السعودية،۱۴۲۲ھ)،ج۱،ص۱٦۱